درسِ قرآن

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ محمد ﷺ

(قسط نمبر ۲)

ترتیب و تسوید: ——— شیخ جمیل الرحمٰن، حافظ عاکف سعید

نظمِ قرآن کے اعتبار سے گروپ بندی

اب آگے چلیئے قرآن مجید کی سورتوں کی ایک گروپ بندی - ایک اور پہلو سے ہے اس کا تعلق قرآن فہمی، اس میں تدبّر اور سورتوں کے اندرونی نظم اور سورتوں کے باہمی ربط سے ہے - اس پر ہر دور میں کچھ نہ کچھ کام ہوا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسی بیسویں صدی میں اس پر ایک متقی و متدین شخصیت مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت عمیق تدبر و تفکر کیا ہے' اور اس کے نظام اور باہمی ربط و تعلق کو واضح کرنے کے لئے انتہائی قابل قدر کام کیا ہے — مولانا فراہیؒ کے اصولوں پر نظم قرآن کو واضح کرنے کیلئے انہی کے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے مزید غور و فکر کیا اور ان کی نگاہ اور توجہ اس طرف منعطف ہوئی کہ قرآن مجید کی ترتیب میں جو یہ ربط ہے کہ پہلے چند مکی سورتیں ہیں پھر ایک یا ایک سے زائد مدنی سورتیں۔ پھر چند مکی سورتیں ہیں اور پھر چند مدنی سورتیں — تو آخر یہ کیوں ہے! ایسا کیوں نہیں ہے کہ پہلے تمام مکیات کو اور ان کے بعد جملہ مدنیات کو جمع کر دیا جاتا!! یقیناً اس ترتیب و ربط میں کوئی حکمت ہوگی - عربی زبان کی کہاوت ہے - فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ یعنی کسی بھی صاحبِ حکمت کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا" اور ظاہر ہے کہ صرف اللہ ہی کی ذات "الحکیم" ہے - پھر ہمیں یہ معلوم ہے کہ یہ ترتیب اور ربط

خود اللہ تعالےٰ نے قائم فرمایا ہے ۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے حضرت جبریل علیہ السلام کی رہنمائی میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موجودہ شکل میں قرآن مجید کو مرتب فرمایا ہے ۔

جمع قرآن کے سلسلے میں بعض مغالطے اور اُن کا تدارک :-

یہ مغالطے ذہن سے نکال دیجئے کہ موجودہ ترتیب دورِ خلافتِ راشدہ میں قائم ہوئی ہے ۔ ان مغالطوں کے پیدا ہونے میں کچھ ہماری غلطی کو بھی دخل ہے ۔ ہمارے خطباتِ جمعہ میں اکثر حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نام کے ساتھ " جامع القرآن " کے الفاظ استعمال ہوجاتے ہیں حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے ۔ قرآن مجید کو حضرتِ عثمان رض نے جمع نہیں کیا ۔ اس کو اسلام کے کچھ دشمنوں خصوصاً صحابہ کرام کے دشمنوں نے غلط استعمال (Exploit) کیا ہے ۔ ہماری صفوں میں بھی کچھ لوگ ایسے موجود ہیں جو اس قرآن مجید پر سے اعتماد کم کرنا چاہتے ہیں ۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو مرتب ہی بعد میں ہوا ہے ' اسے تو جمع کیا ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ۔ معاذ اللہ ایسا نہیں ہے ۔ قرآن مجید مرتب کیا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ روایات میں آتا ہے کہ حضورؐ ہر رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دورہ فرمایا کرتے تھے ۔ اگر مرتب نہیں تھا تو دورہ کس طرح ہوتا تھا ! ۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا جو آخری رمضان ہے ، حدیث میں آتا ہے کہ اس میں حضورؐ نے دو مرتبہ حضرت جبرئیل ؑ کے ساتھ قرآن مجید کا دورہ فرمایا تھا ۔ تو اس وقت درحقیقت قرآن اسی شکل میں مرتب ہوگیا تھا جس شکل میں ہمارے سامنے ہے البتہ " مابین الدفتین " یعنی کتابی صورت میں موجود نہیں تھا ۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ترتیب معلوم تھی کہ پہلے سورۃ فاتحہ ہے ۔ پھر سورہ بقرہ ہے ' پھر آل عمران ہے ' پھر سورہ نساء ہے ۔ اس طرح سورۃ الناس تک کی کامل ترتیب تمام اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ورضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے علم میں تھی ۔ سب جانتے تھے کہ قرآن مجید کی یہی ترتیب ازلی ہے اور لوحِ محفوظ کے مطابق ہے ۔ یہ ضرور ہے کہ پورا قرآن مجید ایک کتابی شکل میں جمع شدہ موجود نہیں تھا ۔ کتابی شکل میں جمعِ قرآن کا

کام بھی حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دور میں نہیں ہوا بلکہ یہ کام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں کرایا ہے ۔ یہ تو پہلی فرصت میں کیا جانے والا کام تھا ۔ یہ بارہ تیرہ سال پیچھے ڈالے جانے والی بات تو نہیں تھی ۔ حضرت عثمانؓ کا عہد خلافت تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے قریباً بارہ سال بعد شروع ہوا ہے ۔ جبکہ قرآن مجید کو ایک کتابی شکل میں مرتب کیے جانے کا کام خلافتِ صدیقی میں پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا تھا ۔ اس ضمن میں حضرت عثمانؓ کا جو کارنامہ ہے، اس کا ذکر میں آگے کروں گا ۔

کتابی شکل میں قرآن مجید جمع کرنے کی ضرورت کا احساس

ہوا یہ کہ قرآن مجید تو اسی ترتیب سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے سینوں میں محفوظ تھا ۔ بے شمار حفّاظِ قرآن مجید اللہ موجود تھے، لیکن دَورِ خلافتِ صدیقی میں مسیلمہ کذّاب کے خلاف یمامہ میں جو مقابلہ ہوا اس میں بہت سے حفاظ شہید ہوگئے ، اغلباً ان کی تعداد ستّر تھی ۔ لوگوں کو اعتماد تھا کہ قرآن مجید کتاب کی شکل میں موجود ہو یا نہ ہو، بے شمار حفّاظ کے سینوں میں تو محفوظ ہے ۔ یہ اندیشہ تھا ہی نہیں کہ قرآن مجید کا کوئی حصہ گم ہو جائے گا ۔ لیکن جب ایک ہی جنگ میں اتنی بڑی تعداد میں حفّاظ صحابہؓ شہید ہوگئے تو ایک بے چینی پیدا ہوئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قرآن مجید ضائع ہو جائے ۔ لہٰذا ہمیں اُسے ایک کتاب کی صورت میں جمع کر لینا چاہیے ۔

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سامنے یہ تجویز رکھی گئی تو آنجنابؓ قدرے متذبذب و متأمل (Reluctant) رہے کہ جو کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں کیا، میں کیسے کروں! لیکن جب اکابر صحابہ کرامؓ نے مشورہ دیا دلائل دیئے اور اس پر اصرار کیا تب حضرت ابو بکر صدّیقؓ نے یہ کام شروع کیا ۔ آنجنابؓ نے تمام کاتبینِ وحی کو جمع کر کے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ان کا ذمہ دار بنا کر یہ کام ان کے حوالے کر دیا ۔ لہٰذا مصحف کی شکل میں یعنی ما بین الدّفتین صورت میں قرآن مجید دورِ خلافتِ صدیقی ہی میں جمع ہو چکا تھا ۔

حضرت عثمانؓ کا معاملہ عرب کے مختلف مقامات میں عربی زبان کے لہجے مختلف تھے۔ آپ کو پتہ ہے کہ لہجہ میں کچھ الفاظ کے ہجے بھی بدل جاتے ہیں۔ ایک ہی پنجابی زبان ہے، گوجرانوالہ کی اور ہے' لاہور کی اور ہے۔ امرتسر کی اور تھی۔ ہم "امرتسر" بولتے ہیں وہاں "امبرسر" تھا۔ اسی نوع کا فرق اُس وقت عرب میں بھی علاقائی اعتبار سے موجود تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل کی آسانی کے لئے اجازت دی تھی کہ جو تمہارا لہجہ ہے اُسی کے مطابق قرآن مجید پڑھ لیا کرو۔ لیکن اس سے دورِ خلافت عثمانی میں یہ شکل سامنے آئی کہ لوگوں میں قرآن مجید کی مختلف قرآتیں پھیل گئیں۔ لہذا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے قرائتوں کے فرق کو ختم کرنے کے لئے جمع شدہ قرآن مجید کے ایک لہجہ اور ایک قرأت پر اُمت کو جمع کر دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنجنابؓ کے نام 'عثمان' اور ولدیت 'عفان' کے ساتھ ردیف لانے کے لئے ان کو 'جامع القرآن' کہہ دیا گیا۔ ورنہ وہؓ جامع القرآن نہیں ہیں بلکہ آنجنابؓ درحقیقت 'جامع الاُمّۃ علی القرآن' یعنی ایک لہجہ اور ایک قرأت پر اُمت کو جمع کرنے والے ہیں۔ اور یہ بلا شبہ حضرت ذوالنورینؓ شہیدِ مظلوم کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ آپؓ نے حضرت حفصہؓ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور کے کتابی شکل میں جمع شدہ قرآن مجید کے سرکاری سطح پر چند نسخے تیار کرائے اور انہیں مختلف اہم شہروں میں بھیج دیا اس ہدایت کے ساتھ کہ قرأت اور لہجہ میں اب ان نسخوں کی پیروی کی جائے گی۔ چنانچہ اُسی نسخہ کے مطابق قرآن نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ خود حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیار کردہ نسخوں میں سے ایک نسخہ استنبول میں آج بھی موجود ہے۔ یہ نسخہ تو وہ ہے جس کی آنجنابؓ اُس وقت تلاوت فرما رہے تھے جب آپؓ کی شہادت ہوئی ہے اور ان کے خون کا دھبہ سورہ بقرہ کی آیت ۱۳۷ کے لفظ 'فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ' پر آج بھی موجود ہے۔ اسی طرح اُس دور کا ایک نسخہ غالباً تاشقند میں بھی موجود ہے۔

ایک فتنہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اصل ترتیب، ترتیب نزولی ہے اور نزولی ترتیب والا قرآن حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس تھا اور وُہی اصل قرآن تھا۔ اور اب وہ کسی امام غائب کے پاس ہے۔ جو اُسے بغل میں دبائے

کسی غار کے اندر قریباً ساڑھے تیرہ صدی سے بیٹھے ہیں اور جب وہ ظاہر ہوں گے۔ تب اصل قرآن سامنے آئے گا۔ یہ بات فتنہ ہے اور یہ بات جو شخص کہے گا۔ وہ انتہائی گمراہ ہے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ایسے شخص کے کفر میں ہرگز کوئی شک نہیں۔ اس لئے کہ یہ جان لیجئے کہ قرآن مجید کا معاملہ بنیادی ایمانیات میں سے ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اصل قرآن صرف امام غائب کے پاس ہے یا یہ کہ قرآن میں تحریف ہوگئی ہے تو یہ کفر کے مترادف ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ جب ایسا عقیدہ رکھنے والوں سے تحقیق کی جاتی ہے تو وہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم یہ عقیدہ نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ تقیہ ایسے لوگوں کی ڈھال ہے۔ چنانچہ ان پر تکفیر کا فتویٰ نہیں لگتا۔ ورنہ اگر کوئی گروہ ڈٹ کر یہ موقف اختیار کرلے تو اس پر اُسی طرح کفر کا فتویٰ لگے گا جیسے قادیانیوں کے کُفر پر علمائے اُمّت کا اجماع ہوا ہے۔ لیکن اگر وہ انکار کر دیں اور یہ کہہ دیں کہ ہمارا یہ موقف نہیں ہے تو اب کیا کریں! مفتی اور قاضی کو تو اعلان شدہ (Declare) موقف اور بیان پر فیصلہ دینا ہوتا ہے لہٰذا یہی وجہ ہے کہ اس گروہ کے کفر کا اجماعی فیصلہ تا حال نہیں ہوا۔ بہرحال میں نے اس وقت محض اشارتاً یہ بات عرض کی ہے ورنہ اصلاً یہ ہمارا موضوع نہیں ہے۔

مکّیات و مدنیّات کی ترتیب

میں عرض کر رہا تھا کہ قرآن مجید میں مکّی اور مدنی سُورتوں کی جو ترتیب ہے۔ اس پر غور و تدبّر کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ بھی الل ٹپ یعنی بلاوجہ نہیں ہے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ بلکہ اس میں بھی حکمت ہے۔ وہ یہ کہ قرآن مجید میں مکّیات اور مدنیّات کی جو تقسیم ہے اُن پر غور کیا جائے تو مکّی و مدنی سُورتوں کے سات گروپ بن جاتے ہیں اور وہ اس طرح کہ ایک یا ایک سے زائد مکّی سورتیں اور ایک یا ایک سے زائد مدنی سورتیں انکو ملاکر ایک گروپ بن جاتا ہے مثلاً قرآن کی سب سے پہلی سورۃ یعنی سورۃ الفاتحہ مکّی ہے اُس کے بعد مسلسل چار سورتیں مدنی ہیں۔ یہ ایک گروپ ہوا۔ پھر سورۃ انعام اور اعراف مکی سورتیں ہیں جن کے بعد انفال اور توبہ مدنی سورتیں ہیں یہ دوسرا گروپ مکمل ہوا۔ یہ سلسلہ اسی طرح آگے بڑھتا ہے اور یوں کُل سات گروپ بن جاتے ہیں۔ پھر یہ کہ جس طرح ہر سُورت کا ایک مرکزی مضمون یا عمود ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ اُس سُورت کی تمام آیات مربوط ہوتی

ہیں اسی طرح ہر گروپ کا بھی ایک مرکزی مضمون ہوتا ہے اور اُس مرکزی مضمون کو اُس گروپ کی مکی اور مدنی سورتیں مل کر مکمل کرتی ہیں ———— مکی سُورتیں اس عمود کے ایک رُخ کو پیش کرتی ہیں، مدنی سورتیں اُسی کے دوسرے رُخ کو پیش کرتی ہیں - اس طریقہ سے بھی قرآن مجید کی سورتوں کے جو سات گروپ بنتے ہیں۔ ان کو قرآن مجید کے سات احزاب یا منازل کے ساتھ خلط ملط (CONFUSE) مت کیجیے گا ———— سات احزاب یا منازل کی تقسیم درحقیقت تلاوت کے لئے ہے اور یہ حجم میں قریبًا - ساوی ہیں۔ ان میں ایک ترتیب ہے جو میں اس سے قبل تفصیلاً بیان کر چکا ہوں -

بغرض تدبّر گروپس

قرآن حکیم میں غور و فکر اور تدبّر کے لئے جو گروپس بنائے گئے ہیں ان میں آپ دیکھیں گے کہ سورتوں کی تعداد بھی مختلف ہے، حجم بھی مختلف ہے، اور مکی و مدنی سورتوں کی شمولیت بھی مختلف اسلوب اور انداز سے کی گئی ہے مثلاً پہلے گروپ میں مکی سُورت صرف ایک ہے اگرچہ وہ ایک سورت یعنی سورۃ فاتحہ بہت عظیم ہے، اُسے ام القرآن واساس القرآن کہا گیا ہے' اور اس کے بعد مدنی سورتیں چار ہیں، سورہ بقرہ سے لے کر سورہ مائدہ تک - جو قریبًا سوا چھ پاروں پر پھیلی ہوئی ہیں ـــ دوسرا گروپ سُورتوں کی تعداد کے اعتبار سے مساوی ہے - دو سورتیں الانعام اور الاعراف مکّیات ہیں اور دو سُورتیں انفال و توبہ مدنیات - اس کے بعد تیسرا گروپ شروع ہوتا ہے - جو سورہ یونس سے لے کر سورۃ مومنون تک تو مکّیات پر مشتمل ہے لیکن اس گروپ کی آخری سورت مدنی ہے - یعنی سورہ نور - یہ پندرہ سورتوں کا گروپ بنتا ہے اور اسکا حجم چھ پاروں کے لگ بھگ ہے ـــ آگے چلیئے چوتھے گروپ میں سورہ فرقان سے سورۃ السجدہ تک آٹھ سورتیں مکّی ہیں پھر ایک سُورۃ سورۃ الاحزاب مدنی ہے - آگے چلیئے پانچواں گروپ شروع ہوا - اس میں تیرہ سورتیں، سورۃ سبا سے لے کر سورۃ الاحقاف تک مکّی ہیں انہی میں سورہ یٰسین ہے، انہی میں حوامیم ہیں یعنی جو سورتیں حٰم سے شروع ہوتی ہیں ـــ سورۃ الاحقاف حوامیم کے سلسلہ کی آخری سورت ہے اور بحمداللہ اس تک ہم تسلسل کے ساتھ قرآن مجید کا مطالعہ کر چکے ہیں - اگرچہ اس مطالعہ اور درس کے مابین مختلف اوقات میں وقفے

آتے رہے ہیں۔ اس پانچویں گروپ کے آخر میں تین مدنیات شامل ہیں۔ یعنی سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، سورۃ الفتح اور سورۃ الحجرات۔ اوّل الذکر دو سورتیں جوڑے کی شکل میں ہیں اور آخر الذکر سورۃ اس جوڑے کا ضمیمہ یا اس کے مضامین کا تکملہ ہے اور آج ہم اللہ کے نام سے سورہ محمدؐ سے تسلسل کے ساتھ مطالعہ و درس کا اعادہ کر رہے ہیں ـــ سورۃ الحجرات کے بعد سورہ قٓ سے چھٹا گروپ شروع ہوتا ہے۔ یہ گروپ بھی قریبًا متوازن ہے۔ اس میں سورہ قٓ سے لے کر سورۃ الواقعہ تک سات مکیات اور سورۃ الحدید سے لے کر سورۃ التحریم تک دس مدنیات ہیں۔ اس طرح اس گروپ میں کل ۱۷ سورتیں شامل ہیں ـــ پہلے گروپ میں سورۃ الفاتحہ صرف ایک مکی تھی اور چار مدنی سورتیں ـــ اس کے بعد یہ چھٹا گروپ ہے جس میں مدنیات کی تعداد مکیات سے زیادہ ہے۔ اس کے بعد آخری اور ساتواں گروپ ہے جو سورۃ الملک سے شروع ہو کر سورۃ النّاس پر ختم ہوتا ہے۔ مکمل دو پارے ـــ اس گروپ میں معدودے چند سورتیں مدنی ہیں باقی سورتیں مکی ہیں ـــ لہٰذا تدبّر کے مقصد کے لئے یہ سات گروپ بن جاتے ہیں۔ ہر گروپ کا ایک مرکزی مضمون یا عمود ہے۔ اس کا ایک رُخ مکی سورتوں میں آتا ہے اور دوسرا رُخ مدنی سورتوں میں اور اس طرح مِل جُل کر اس مرکزی مضمون کی تکمیل ہوتی ہے ـــ بلکہ ایسے جیسے ہم کسی تصویر کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اس کے دو رُخ ہوتے ہیں۔

تفسیر قرآن کے ضمن میں ایک مغالطہ کا ازالہ

تدبّر و تفہّم قرآن کے ضمن میں گروپنگ کے اس تذکرہ سے آپ کو کہیں یہ مغالطہ لاحق نہ ہو جائے کہ اگر یہ اتنی اہم بات تھی تو متقدمین کی توجہ اس طرف کیوں نہیں ہوئی! اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہمارے ذہنوں میں اپنے متقدمین کی طرف سے ایک سوئے ظن پیدا ہو جائے گا کہ شاید انہوں نے تدبّر قرآن کا حق ادا نہیں کیا ـــ اس مخمصہ کو ذہن سے نکال دیجئے اس لئے کہ اس کے بالمقابل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں قرآن مجید کے بارے میں ہمیں یہ الفاظ ملتے ہیں :-

وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ	"علماء کبھی اس (قرآن) سے سیر
وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ	نہ ہو سکیں گے، نہ کثرت و تکرار

"الـسّ دِ وَلاَ تنقضی تلاوت ہے اس کے لطف میں کوئی
عجائبہ ۔ کمی آتے گی اور نہ ہی اس کے عجائبات
(یعنی نئے نئے علوم و معارف اور نئے نئے حِکم و اسرار) کا خزانہ کبھی ختم
ہو سکے گا۔"

لہٰذا ظاہر بات ہے کہ قرآن مجید کے عجائب وغرائب اور اس کے نئے نئے پہلو ہمارے سامنے کیسے آتے اگر ہم یہ سمجھ لیتے کہ قرآن حکیم کے تمام مطالب مفاہیم اس کے جملہ مضمرات ومقدرات اور اس کے سارے مقتضیات ومتضمنات متقدمین پر ختم ہو چکے ہیں ظاہر بات ہے۔کہ ہم یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں !کیا امام رازیؒ کی تفسیر حرفِ آخر ہے!کیا امام زمخشریؒ کی تفسیر حرفِ آخر ہے!کیا علامہ الوسیؒ پر تفسیر کا حق حرفِ آخر ہو گیا!۔ظاہر بات ہے کہ اگر ان میں سے کسی تفسیر کو حرفِ آخر مان لیا گیا ہوتا تو پھر بعد میں کوئی تفسیر لکھنے کی کوشش ہی نہیں کرتا کہ ہمارے متقدمین لکھ چکے ۔ ابن جریر طبریؒ سے زیادہ روایات کو کون جمع کرے گا! روائتی انداز کے اعتبار سے وہ تفسیر چوٹی کی ہے ۔ اسی طریق سے قدیم علم کلام کے اعتبار سے امام رازیؒ کی تفسیر کبیرؒ سے آگے کون جائے گا!۔ وہ حرفِ آخر ہو جائے گی ۔عربی نحو اور ادب کے لحاظ سے امام زمخشریؒ کی تفسیر کشاف، حرفِ آخر ہو جائے گی ۔لیکن بات یہ نہیں ہے ۔اچھی طرح جان لیجیے کہ قرآن حکیم کی کوئی تفسیر بھی حرفِ آخر ہو ہی نہیں سکتی ۔یہ اللہ کا کلام ہے، اس کی گہرائیاں اتھاہ، اس کی وسعتیں ناپید اکنار ۔ اور یہ بات ہمیں اس حدیث سے معلوم ہوئی جس کا حوالہ پہلے آچکا ہے۔

عجائبِ قرآنی کا ایک مظہر

ہر وہ شخص جو قرآن کو سمجھ کر پڑھتا ہے وہ اس مغالطے میں مبتلا ہو ہی نہیں سکتا کہ بس جو کچھ میں نے اس سے لینا تھا، وہ لے لیا ۔قرآن کو ہر بار سمجھ کر پڑھنے والا شخص محسوس کرتا ہے کہ اگرچہ میں اس مقام سے پہلے کتنی مرتبہ گزرا لیکن اس میں معانی ومفاہیم اور ہدایت ومعرفت کا جو خزانہ پوشیدہ ہے اس کے بعض پہلو ایسے تھے جن کی طرف پہلے میری توجہ نہیں ہوئی تھی ۔ اس ضمن میں امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ ہے کہ وہ چاہتے تھے کہ خلافت راشدہ کے دور میں صحابہ کرامؓ کا کسی مسئلہ پر اجماع، کی حجت اور سند ہونے کی دلیل انہیں قرآن سے مل جائے ۔ ان کے دل میں یہ خلش تھی جس کو

دور کرنے کے لئے وہ کہتے ہیں کہ میں نے تین سو بار اس کی تلاش میں قرآن مجید پڑھا لیکن دلیل نہ مل سکی ۔ تین سو ویں بار جب پڑھ رہا تھا تو نگاہ سورہ نساء کی اس آیت کے اس حصہ پر اٹک گئی کہ :۔ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ؕ مسلمانوں کے راستہ سے ہٹ کر جو کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا تو پھر ہم اُسے دفع کریں گے، اُسے اسی (غلط) راستہ کے حوالے کر دینگے جو اس نے اختیار کیا ہوگا اور اُسے جہنم میں جھونک دیں گے ۔ معلوم ہوا کہ آیت کے اس حصہ سے وسبیل المومنین، یعنی اجماع امت کو بھی قرآن مجید کی رو سے سند کا درجہ حاصل ہو گیا اور اُسے بھی دین میں حجت ہونے کی دلیل قرآن مجید سے مل گئی ۔ لہٰذا یہ بات جان لیجئے کہ قرآن مجید پر مستقل تدبر کرنے والے ہر شخص کو اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں حکمت وہدایت کے کتنے پہلو ہیں! ۔ اس میں علوم و معارف کے کتنے معدن پوشیدہ ہیں اجو کبھی ختم نہیں ہوں گے اور قرآن مجید ہر دور کے اُفق علمی پر خورشید تازہ کے مانند چمکتا رہے گا ۔

قرآن کا اشاریہ بنانا ممکن نہیں ہے

اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ قرآن مجید کے مضامین کا Index (اشاریہ) بنانا ممکن ہی نہیں ہے ۔ اس لئے کہ قرآن کی ایک ایک آیت میں حکمت و ہدایت کے اتنے پہلو ہیں کہ بیک وقت ان کی معرفت اور احاطہ ناممکن ہے ۔ یہ ایسی کتاب نہیں ہے جیسے دنیا کے قوانین کی کتابیں ہوتی ہیں کہ آپ نے دفعات معین کر دیں اور ضرورت کے وقت اشاریہ (Index) کے ذریعہ متعلقہ دفعہ نکال کر دیکھ لی ۔ قرآن مجید کی ایک آیت میں بسا اوقات نہ صرف علم و حکمت کے بے شمار پہلو ہوتے ہیں بلکہ اس میں فلسفہ بھی ہوتا ہے، اخلاقیات سے متعلق ہدایت بھی ہوتی ہے، اس میں قانون کا کوئی پہلو بھی زیر بحث آجاتا ہے اب سوچئے کہ آپ اس کو Index میں کہاں کہاں درج کریں گے ، پھر یہ کہ ایک آیت کے دس پہلو آپ کو کل تک معلوم تھے، گیارہواں آج آپ کے سامنے آگیا ۔ آپ مزید تدبر کریں گے تو پھر ایک اور پہلو آپ کے سامنے آجائیگا لہٰذا قرآن حکیم کے مضامین کا کوئی ایسا Index بنانا ممکن نہیں ہے جو مکمل و جامع ہو ۔ اور ان تمام مضامین اور تمام پہلوؤں کا احاطہ کرے جو قرآن حکیم میں زیر بحث آتے ہیں ۔ یہ قرآن اللہ تعالےٰ کے علم کا مظہر کامل ہے ، انسان کا ذہن اس کا کب احاطہ کر سکتا ہے !

یہ کلامِ ربّانی ہے۔ اس کا کامل احصا انسان کے حیطۂ اختیار سے باہر ہے۔

گروپوں کے اہم اور مرکزی مضامین

بہر حال میں نے قرآن حکیم کے مضامین کے اندرونی نظام کے متعلق جو بنیادی باتیں بیان کی ہیں، ان کو سامنے رکھ کر جب کوئی شخص قرآن مجید کا مطالعہ کرے گا اور آیاتِ قرآنی میں غور و فکر اور تدبّر کرے گا تو اُسے اندازہ ہو سکے گا کہ اس وقت وہ کس مقام پر ہے کون سا گروپ اُس کے زیرِ مطالعہ ہے! اس کا مرکزی مضمون یا عمود کیا ہے! اور اس پس منظر میں وہ نسبتاً بہتر طور پر قرآن پر تدبّر کا حق ادا کر سکے گا۔ اب میں چند گروپوں کے عمود کے بارے میں مختصر اشارات کروں گا۔ پہلے گروپ کا مرکزی مضمون ہے شریعت — سورۂ فاتحہ میں بندہ اپنے پروردگار سے دُعا کرتا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ — اس کے بعد سورہ بقرہ کا آغاز الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کے الفاظ سے ہوتا ہے کہ "یہ کتاب وہ ہے جس میں کوئی شک نہیں اس میں متقین کے لئے ہدایت ہے" — اور آپ کو معلوم ہے کہ سُورۂ بقرہ، سورۂ نسآء اور سُورہ مائدہ میں اسی 'ہدایت' کی پوری شرح ہے چنانچہ ان سُورتوں میں شریعتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اہم شعبوں کی تکمیل ہو گئی۔ گویا اس گروپ کا اہم ترین موضوع شریعت ہے۔ اس گروپ کا دوسرا موضوع اہلِ کتاب پر اتمامِ حجّت ہے — اس ضمن میں ہم دیکھتے ہیں کہ سورہ بقرہ میں یہود سے مفصّل گفتگو ہوئی اور سُورۂ آلِ عمران میں نصاریٰ سے — مزید یہ کہ سُورۂ نسآء اور سُورۂ مائدہ میں بھی جا بجا اہلِ کتاب سے خطاب کیا گیا ہے — دوسرے گروپ میں ۲ مکّی اور دو مدنی سورتیں شامل ہیں اور اس گروپ کا مرکزی مضمون ہے مشرکین پر اتمامِ حجّت۔ سُورۂ انعام اور سورۂ اعراف دونوں کو آپ یک جا دیکھیں تو آپ محسوس کریں گے کہ ان میں وہ تمام مضامین جمع ہو گئے ہیں جو دوسری مکّی سُورتوں میں پھیلے ہوئے ملتے ہیں۔ لیکن ان دو مکّی سورتوں میں آکر وہ تمام مضامین یک جا ہو گئے ہیں گویا کہ آخری درجے میں تمام مشرکینِ عرب پر اتمامِ حجّت کر دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد جو دو مدنی سُورتیں آتی ہیں وہ دراصل عذاب کی سُورتیں ہیں — غزوۂ بدر کا ذکر ہے سورہ انفال میں — یہ درحقیقت مشرکینِ عرب پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا پہلا کوڑا

تھا جو اس طور سے برسا کہ مشرکین کے ستر سرکردہ افراد میدان بدر میں کھیت رہے اور نقشہ کچھ یوں نظر آتا تھا کہ: كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۔ "گویا وہ کھجور کے درخت کے ڈھنڈ ہیں کھوکھلے جو کٹے پڑے ہیں"۔ یہ عذاب الٰہی کی پہلی قسط تھی جس کا ذکر سورہ انفال میں ہے ۔۔۔ اب آیئے سورۃ توبہ کی طرف۔ اس کے آغاز میں مشرکین پر اللہ کے عذاب کا ذکر ہے۔ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ۔ "اعلان برأت ہے ۔ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے"۔ اب ان مشرکین کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ہوگا ۔۔ آگے فرمایا گیا کہ ان کو چار مہینوں کی مہلت دی جا رہی ہے ۔ اس میں فیصلہ کرلیں کہ وہ شرک کے اندھیروں میں رہنا چاہتے ہیں یا نور اسلام میں ۔۔۔ فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ ۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر شرک چھوڑنے کیلئے تیار نہ ہوں تو ان کا قتل عام کرو ان کو جہاں پاؤ ۔۔ البتہ استثنیٰ یہ ہے کہ

> وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهٗ ؕ
>
> "اگر ان مشرکوں میں سے کوئی آپؐ سے پناہ طلب کرے تو اس کو پناہ اور امان دیجیے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اُسے اس کے مقام پر پہنچا دیجیے"۔

۔۔۔۔ تو بنو اسمٰعیل یا مشرکین عرب پر اتمام حجت ہوا سورہ انعام اور سورہ اعراف میں اور اس کے بعد ان پر عذاب اور سزا کا جو معاملہ ہے تو اس کا ذکر بعد کی دو مدنی سورتوں یعنی سورہ انفال اور سورہ توبہ میں ہے ۔

محدود وقت کی وجہ سے میں جملہ گروپس (GROUPS) کے مرکزی مضمون یا عمود کو اس وقت بیان نہ کرسکوں گا ۔ اب آیئے براہ راست اس سلسلے کے پانچویں گروپ کی طرف جس میں سورہ محمدؐ شامل ہے جو اس وقت زیر درس ہے ۔

اس پانچویں گروپ میں تیرہ مکی اور تین مدنی سورتیں شامل ہیں، مکی سورتوں کا مطالعہ ہم مکمل کرچکے ہیں ۔ اس سے قبل چوتھے گروپ میں آٹھ مکی سورتیں ہیں ۔ ان مکیات کا مرکزی مضمون یا عمود توحید ہے ۔ ان دونوں کو جمع کیجیے تو اکیس ۲۱ کا عدد بنا ۔ اس

ہیں دس سورتیں اِدھر اور دس اُدھر۔ درمیان میں سورہ یٰسین ہے جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کا قلب قرار دیا ہے اس سورۂ مبارکہ میں وہ کون سے امتیازی پہلو ہیں جن کے باعث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قلب القرآن قرار دیا یہ ایک علیحدہ موضوع ہے اور اس سورۂ مبارکہ کے درس کے موقع پر میں اس پر قدرے تفصیل سے اظہار خیال کر چکا ہوں۔

بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ سورۂ فرقان سے لے کر سورۂ احقاف تک کی اکیس مکی سورتوں کا مرکزی مضمون توحید ہے۔ اب جو تین مدنی سورتیں آ رہی ہیں۔ آپ تقابل کریں گے تو ان میں آپ کو وہی ربط ملے گا جو دوسرے گروپ کی مدنی سورتوں میں تھا۔ سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کا دوسرا نام سورۂ قتال بھی ہے درحقیقت سورۂ بدر کی تمہید ہے۔ یہ سورہ غزوہ بدر سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس میں قتال کا آخری حکم آ گیا ہے۔ ہم ان شاء اللہ ان آیات کو اگلی نشست میں پڑھیں گے اور یہ عرض کرتا چلوں کہ یہ آیات مشکلات قرآن میں سے ہیں۔ ان پر منکرین حدیث و سنت نے بڑی طبع آزمائی کی ہے اور غلام احمد پرویز نے قتل مرتد اور لونڈی غلاموں کا جو مسئلہ اٹھایا تھا، اس میں انہی آیات کی غلط تعبیر و تاویل کرتے ہوئے اپنے باطل موقف کی بنیاد رکھی ہے۔ جب ہم وہ آیات پڑھیں گے۔ اللہ نے چاہا تو مسئلہ واضح اور منقح ہو کر سامنے آ جائے گا۔ اب اس نشست کے اختتام سے قبل دو امور مزید سمجھ لیجئے۔

پہلا یہ کہ سورۂ محمدؐ کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ اس کا دوسرا نام، سورہ قتال بھی ہے تو یہ معاملہ اسی سورۂ مبارکہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ قرآن کی متعدد سورتوں کے ایک سے زائد نام ہیں۔ سورہ فاتحہ کے تو بہت سے نام ہیں۔ اسی طرح سورہ کا فروں کے بھی۔ مزید یہ کہ سورہ توبہ کا دوسرا نام سورۂ براَت سورہ حٰم السجدہ کا دوسرا نام سورۂ فصلت اور سورہ مومن کا دوسرا نام سورۂ غافر بھی ہے۔ اسی طریقہ سے ہمارے یہاں جو سورۃ سورۂ بنی اسرائیل، کے نام سے مشہور ہے، اس کا دوسرا نام سورۃ الاسراء بھی ہے۔ عرب دنیا میں یہ دوسرا نام ہی معروف و مشہور ہے۔ سورہ بنی اسرائیل کے نام سے وہ ناواقف ہیں۔ چنانچہ سعودی عرب کی حکومت نے قرآن مجید کا ایک پورا CONSIGNMENT (مرسلہ مال) اس بنا پر واپس کر دیا تھا۔ کہ اس میں سورۂ بنی

اسرائیل، کا نام اُن کے لئے غیر مانوس تھا۔ چنانچہ عرب ممالک کے لئے ہمارے یہاں جو قرآن مجید طبع ہوتے ہیں ان میں سورہ بنی اسرائیل، کے بجائے سورۃ الاسراء لکھا جاتا ہے۔ بہرحال بعض سورتوں کے ایک سے زائد نام ثابت ہیں جن میں سے ایک یہ سورہ محمد بھی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا دوسرا نام سورہ قتال غالباً اس وجہ سے ہے کہ اس کی بیسویں آیت میں آخری حکم قتال آتا ہے۔ جبکہ اذنِ قتال سورہ حج میں وارد ہوا ہے اور اسکی فرضیت کا تمہیدی بیان ہے سورہ بقرہ میں: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ۔ لیکن ابھی تک کوئی جنگ ہوئی نہیں تھی۔ اب بدر کے میدان میں بالفعل جنگ ہونے والی تھی۔ لہٰذا اس غزوہ سے متصلاً قبل یہ سورہ محمدؐ نازل ہوئی اور اس میں قتال کے تفصیلی احکام دیدیئے گئے۔

دوسری بات یہ کہ سورہ انفال غزوہ بدر سے متعلق تھی اور اس کے معاً بعد سورہ توبہ تھی جو انقلابِ محمدیؐ کے آخری دور کے واقعات سے متعلق ہے۔ اس میں مشرکین سے اعلان برأت ان کو چار ماہ کی مہلت، سفر تبوک کے حالات اس موقع پر منافقین کے طرزِ عمل اور غزوہ حنین کے واقعات کا بیان ہے۔ بالکل وہی ربط ان دو سورتوں میں ہے۔ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ سورہ محمدؐ غزوہ بدر سے متصلاً قبل نازل ہوئی ہے اور اس میں قتال کا واضح حکم آیا ہے اور سورہ فتح ۶ھ میں نازل ہوئی ہے صلح حدیبیہ کے متصلاً بعد جسے قرآن فتح مبین قرار دیتا ہے۔ میں آج سوچ رہا تھا۔ کہ کتنی عجیب بات ہے کہ ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے پیمانے کتنے مختلف ہیں۔ ہم اس دنیا کی ظاہری فتح کو دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم میں جملہ ظاہری و باطنی حالات ہیں۔ ہمارے نزدیک فتح مکہ بہت اہم واقعہ ہے حالانکہ پورے قرآن میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک یہ بہت بڑا اور عظیم الشان واقعہ ہے اور ہم اسے سیرتِ مطہرہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا بڑا اہم باب قرار دیتے ہیں اور یقیناً یہ نہایت اہم واقعہ ہے لیکن مجھے کوئی بتائے کہ قرآن مجید میں اس کا کہیں ذکر ہے! دوسری جانب صلح حدیبیہ کے بارے میں لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ صلح دب کر کی گئی گویا کہ ہماری شکست ہو گئی لیکن اس صلح کے متصلاً بعد وہ سورت نازل ہوئی جو سورہ محمدؐ کے بعد ہے یعنی سورہ فتح جس کا آغاز ہوتا ہے: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۔ اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کی صلح اور معاہدہ کو فتح مبین قرار دیا۔ تو جو وہاں ربط ہے سورہ انفال اور سورۃ توبہ میں بالکل

(باقی صفحہ ۵۰ پر)